قسط (۱۵)

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب خورشید احمد فارق
صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی ــــ دہلی

پیداوار

ابن خُرداذبہ[1] (نویں صدی کا ربع ثانی):-

ہندوستان سے یہ چیزیں بیرونی ممالک کو بھیجی جاتی ہیں

(۱) مختلف قسم کا عُود (اگر)
(۲) صندل
(۳) کافور
(۴) ست کافور
(۵) جائفل (جوزبوا)
(۶) لونگ
(۷) سفید الائچی
(۸) کبابہ[2]
(۹) ناریل
(۱۰) حشیش[3] سے بنا ہوا (عمدہ اور رنگین) کپڑا
(۱۱) نرم اور باریک سوتی کپڑا
(۱۲) ہاتھی گیولان (ملی، کیرالا) اور سنجان (سندان[4]) سے:
(۱۳) سیاہ مرچ

---

[1] المسالک والممالک ص۷۰ [2] سیاہ مرچ سے ملتا جلتا پھل، مقوی ہاضمہ [3] حشیش کے بارے میں ادریسی لکھتا ہے: جزیرہ مڈگاسکر (MADAGASCAR) میں مختلف قسم کا کپڑا بنایا جاتا ہے حشیش کا پودا ابروی کے پودے سے مشابہ ہوتا ہے جس سے مصر میں کاغذ بنایا جاتا ہے۔ کاریگر بہترین حشیش لیتے ہیں اور اس سے خوبصورت اور رنگین کپڑا بنتے ہیں جو خالص ریشم (دیباج) کی طرح ہوتا ہے یہ کپڑا سارے ہندوستان کو برآمد کیا جاتا ہے۔ نزہتہ المشتاق قلمی ۱/۸۰ [4] بمبئی سے تقریباً نوے میل شمال کا ساحلی شہر اور تجارتی مرکز

جنوبی ہندوستان سے: سندھ سے: (۱۳) بید

(۱۴) بقمؔ[1] (۱۶) قُسطؔ[2]

(۱۵) تاڑی (داذی) (۱۷) بانس

(ابن الفقیہ[3] نویں صدی کا ربع آخر):

(جس طرح خدا نے دوسرے ملکوں میں خاص خاص چیزیں پیدا کی ہیں) اسی طرح اس نے اشیائے ذیل ہندوستان اور سندھ کے لئے مخصوص کردی ہیں:

(۱) مختلف انواع واقسام کی خوشبودار اشیا۔

(۲) جواہرات جیسے یاقوت، الماس اور دوسرے قیمتی پتھر۔

(۳) گینڈا۔ (۴) ہاتھی (۵) مور (۶) مختلف اقسام کا عود (اگر) (۷) عنبر (۸) بالچھڑ (سنبل) (۹) خُولنجان (پان کی جڑ) (۱۰) ناریل (۱۱) لونگ (۱۲) دارچینی (۱۳) ہڑ (۱۴) توتیا (۱۵) بانس (۱۶) بید (۱۷) بقم (۱۸) ساگون (۱۹) سیاہ مرچ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی عجیب وغریب اشیاء۔

اُبودُلف[4] (دسویں صدی کا ربع ثانی):

کیولان (QUILON) (کولم۔ کیرالا) میں ساگون اور بقم کے جنگل پائے جاتے ہیں، بقم دو قسم کا ہوتا ہے ایک کیولانی جو گھٹیا ہوتا ہے اور دوسرا قامروبی (الامرونی)[5] جس کی نظیر

---

[1] سرخ لکڑی جس سے کپڑے رنگے جاتے تھے۔ [2] خوشبودار لکڑی، دواؤں میں ڈالی جاتی تھی اور بطور دوا بھی استعمال کی جاتی تھی [3] مختصر کتاب البلدان ص ۲۵۱ [4] معجم البلدان (لائڈن) ۴/۵۷-۴۵۴ [5] الامرون القامروبی کی تصحیف معلوم ہوتی ہیں، قامروب سنسکرت کے کامروپ کی تعریب ہے جس کا اطلاق آسام پر ہوتا تھا۔

نہیں ہوتی۔ درخت ساگون خوب بڑا اور لمبا ہوتا ہے، اس کے بعض درخت ڈیڑھ سو فٹ (سو ذراع) سے بھی زیادہ اونچے ہوتے ہیں۔ یہاں بانس (قنا) اور بید (خیزران) بہت پایا جاتا ہے، تھوڑی مقدار میں گھٹیا درجہ کا سندروس[1] (گوند) بھی ہوتا ہے۔ چینی سندروس اس سے بہتر ہوتا ہے... کیولان (کولم) میں بادیئے بنائے جاتے ہیں جو ہمارے ملک میں (فارس وعراق) میں چینی بادیوں کے نام سے بکتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ چینی ہوتے نہیں ہیں۔ چین کی مٹی کیولان (کولم) کی مٹی سے زیادہ سخت ہوتی ہے اور آگ کی گرمی زیادہ دیر تک برداشت کر سکتی ہے۔ کیولان کی مٹی جس سے چینی طرز کے بادیئے بنائے جاتے ہیں تین دن تک پکائی جاتی ہے؛ اس سے زیادہ آگ میں نہیں رہ سکتی لیکن چینی مٹی پندرہ دن تک پکائی جاتی ہے اور وہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک آگ کی متحمل ہو سکتی ہے... کیولان کے بادیئے سیاہی مائل اور چینی سفید رنگ کے ہوتے ہیں... کیولان (کولم) سے عمان کو بحری سفر کیا جاتا ہے، یہاں راوند[2] پائی جاتی ہے لیکن وہ زیادہ موثر نہیں ہوتی، چینی راوند بہتر ہوتی ہے، راوند ایک قسم کا گول کدو ہے جو کیولان (کولم) میں پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ ساذج[3] ہندی کا پتہ بھی ہوتا ہے۔

کیولان (کولم) کی طرف مختلف قسم کا عود، کافور، لوبان اور بادیئے منسوب کئے جاتے

---

۱ کاہ ربا سے ملتا جلتا ایک گوند جس کے روغن سے کمانوں پر پینٹ کیا جاتا تھا، بہت سے امراض میں بھی نافع تھا۔ عجائب المخلوقات زکریا قزوینی، حاشیہ الحیوان الکبری دمیری ۲/۲۰

۲ برہان قاطع میں اس کو ایک قسم کی گھانس بتایا گیا ہے، لسان العرب میں ایک ٹھنڈی دوا جگر کے لئے مفید تھی، تاج العروس کی رو سے وہ کالے رنگ کی لکڑی ہے۔ ابودلف کے اس قول کی کہ راوند ایک قسم کا کدو ہے ہمارے کسی مرجع سے تائید نہیں ہوتی۔

۳ درد دل میں مفید ہے اور بغل کی بو دور کرتا ہے، ریشمی کپڑوں میں رکھنے سے کیڑا نہیں لگتا۔ زکریا قزوینی ص۶۵ و برہان قاطع ۲/۳۔

کیولان (کولم) کی طرف مختلف قسم کا عود، کافور، لوبان اور ربادی[۱] منسوب کئے جاتے ہیں۔ درخت عود کا اصلی وطن خط استوا کے عقبی جزیرے ہیں، کوئی شخص کبھی عود کے جنگلوں میں نہیں پہنچا اور نہ کسی کو معلوم ہے کہ وہ کیسے اگتا ہے اور اس کا درخت کیسا ہوتا ہے، نہ کسی انسان نے اس کے پتہ کی شکل وصورت ہی بیان کی ہے۔ سمندر کی لہریں عود کے درختوں یا گدھوں کو شمال کی طرف بہا لاتی ہیں، جو درخت عود اپنے نبت سے اکھڑ کر پانی کے سیلاب سے سمندر میں آگرے اور تر حالت میں اس کو ملایا (کلہ[۲])، قامرون[۳] یا سرزمین عرب[۴] یا کوہ چین چانُنا (صنف) یا قماریان[۵] یا دوسرے ساحلوں پر اٹھالیا جائے تو وہ عود لکڑی شمال کی خشک ہوا لگنے پر بھی ہمیشہ تر رہتی ہیں اور ایسی عود لکڑی کو قامرونی مندلی[۶] کہتے ہیں اور اگر لکڑی سمندر میں خشک ہو

---

[۱] متن میں قشار بالقاف والشین المعجمہ ہے، ہم نے اس بے معنی لفظ کو غضار بالغین المعجمہ والصاد المعجمہ قرار دیکر ترجمہ کیا ہے لسان العرب: الغضار الصحفة المتخذة من الطین الحراد اللازب الأخضر

[۲] کلہ سے جزیرہ کلہ مراد ہے جس کا اطلاق عرب جزیرہ نمائے ملایا پر کرتے ہیں [۳] قامرون سے شاید برما اور تھائی لینڈ کے ساحل مراد ہیں، ہمارے خیال کی تائید ادریسی کی اس تصریح سے ہوتی ہے: قامرون ملك بعد رہمی (دھرمپالا بنگال) ویتصل ملکہم بالصین۔ دوسری جگہ: و ملك جزیرة تیومر (ملایا کے مغربی ساحل کے قریب) والجزائر التی تتصل بہا قامرون۔ نزہتہ المشتاق قلمی ۶۵/۶۰

[۴] غالباً سماتی اور ملحقہ جزائر مراد ہیں۔ [۵] ہمارے مراجع میں قماریاں کہیں نہیں ملا، غالباً تصحیف ہے [۶] عود کی اقسام سے متعلق ابودُلف کی تصریحات طبع زاد اور غیر تحقیقی معلوم ہوتی ہیں، جہاں تک ہمیں معلوم ہے قامرونی مندلی کوئی ایک قسم کا عود نہیں تھا بلکہ اس کی دو الگ قسمیں تھیں۔ قامرونی بظاہر قامرو کی تصحیف ہے قامروپ آسام کا نام تھا جہاں سے بہترین قسم کا عود برآمد کیا جاتا تھا۔ مندلی سے کارومنڈل، جنوب مشرقی ہندوستان کا ساحلی علاقہ مراد ہے، یہاں بھی عود پیدا ہوتا تھا۔ قامرون سے مراد اگر برما اور تھائی لینڈ کا ساحل لیا جائے تب بھی قامرون کیساتھ مندلی کا جوڑ نہیں لگ سکتا، دونوں کو الگ الگ رکھنا پڑیگا۔ عود کے اقسام کے بارے میں قلقشندی اور نویری کی معلومات جو پرانے ماخذوں سے ماخوذ ہیں، ان کا ...

خشک ہونے کے بعد سمندر میں آئے تو وہ عود ہندی کہلاتی ہے اور بھاری نیز ٹھوس ہوتی ہے، ایسے عود کی شناخت یہ ہے کہ اس کا برادہ پانی میں ڈالا جائے اور وہ نہ ڈوبے تو اس کے معنی ہیں کہ عود اچھا نہیں ہے اور اگر برادہ ڈوب جائے تو عود بے نظیر ہے۔ جو عود لکڑی اپنے اگنے کی جگہ خشک ہو جائے اور سمندر میں اس کو کاٹا جائے تو وہ عود قماری[۱] کہلاتی ہے اور جو لکڑی اپنی منبت میں بوسیدہ ہونے کے بعد سمندر میں آئے تو اس کو عود صنفی[۲] کہتے ہیں ۔

مذکورہ بالا بندرگاہوں کے حاکم سمندر یا ساحل سے عود لکڑی جمع کرنے والوں سے دس فیصد ٹیکس لیتے ہیں، رہا کافور تو وہ کیولان (کولم) اور مدوری پتن (مندورقین) کے درمیان واقع پہاڑوں کے دامن میں ہوتا ہے جو سمندر کے کنارے بلند ہیں، کافور (ان پہاڑوں کے دامن میں پیدا ہونے والے) ایک درخت کا گودا ہوتا ہے جب درخت کا تنہ چیرا جاتا ہے تو اس میں چھپا ہوا ملتا ہے کبھی کافور سیال ہوتا ہے اور کبھی منجمد، منجمد اس لئے کہ وہ ایک قسم کا گوند ہے جو اس درخت کے گودے میں محفوظ ہوتا ہے۔ کیولان (کولم) میں ہڑ بھی پائی جاتی ہے لیکن کم مقدار میں، کابلی ہڑ اس سے بہتر ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ کابل سمندر سے دور ہے اور وہاں ہڑ کی تمام قسمیں اگتی ہیں، جو ہڑ درخت سے کچی[۳] گر جائے اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے اور وہ ترش و سرد ہوتی ہے اور جو درخت پر

عرب بحری تاجر قمار کا اطلاق موجودہ تھائی لینڈ اور کمبوڈیا پر کرتے ہیں اور عود قماری سے عود مراد ہے جو اس علاقہ سے برآمد ہوتا تھا۔

صنف کا اطلاق عربوں کی زبان میں موجودہ جنوبی ویتنام پر ہوتا تھا اور یہاں کے پہاڑوں کا عود حاصل ہوتا تھا اس کو صنفی عود کہا جاتا تھا۔ صنف چمپا (کوچین چائنا) کی تعریب (انڈو چائنا) میں کمبوڈیا سے متصل ساحل سمندر تک کا پہاڑی علاقہ ہے۔

متن میں ہے: وکل شجرۃ مما نشرتہ الریح نجار علی نضیج دھو الاصفر، ہم نے اس جملہ کی اصلاح تصحیح کے بعد ترجمہ کیا ہے: وکل شجرۃ مما نشرتہ الریح فجأۃ غیر نضیج فہو الأصفر۔

پک کر صبح وقت پر اترے وہ کابلی کہلاتی ہے اور گرم و شیریں ہوتی ہے اور جو بطور جاڑے کے موسم میں درخت پر چھوڑ دیا
یہاں تک کہ سیاہ پڑ جائے وہ کڑوی حار ہوتی ہے۔ کیولان (کولم) میں گندھک اور تانبے کی کانیں
ہیں، تانبے کے دھوئیں سے عمدہ قسم کا توتیا بنایا جاتا ہے، تمام قسم کے توتیا تانبے کے دھوئیں ہی
سے تیار ہوتے ہیں سوائے ہندی توتیل کے جو رانگ کے دھوئیں سے بنتا ہے جیسا کہ اوپر بیان
کیا گیا ہے ... کیولان (کولم) میں گول کدو کے علاوہ جس سے راوند دوا بنتی ہے کسی چیز کی کاشت
نہیں ہوتی، یہ کدو کانٹوں میں اگایا جاتا ہے، یہاں خربوزہ ہوتا ہے لیکن کم۔

کابل سے میں نے ہندوستان کے مشرقی ساحل کا رخ کیا اور مدورٹی پٹن[1] (مندرتین)
پہنچا، یہاں بانس اور صندل کے بہت سے جنگل پائے جاتے ہیں۔ یہاں سے بنسلوچن (طباشیر)
برآمد کیا جاتا ہے، جب بانس خشک ہو جاتا ہے اور ہوا چلتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے رگڑ کھاتے
ہیں اور رگڑ کی گرمی سے ان میں آگ لگ جاتی ہے اور بعض اوقات یہ آگ لگ بھگ ایک سو دو
میل (پچاس فرسخ) یا اس سے بھی زیادہ دور تک پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ وہ بنسلوچن جو ساری
دنیا کے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے اسی بانس سے نکلتا ہے، عمدہ بنسلوچن کے ایک مثقال (تقریباً آدھ تولہ)
کی قیمت سو مثقال سونا یا اس سے بھی زیادہ اٹھتی ہے، جب بانس کو جھٹکا جاتا ہے تو یہ
اس کے اندر سے خارج ہوتا ہے۔ اس قسم کا بنسلوچن بہت کمیاب ہے۔ بانس سے حاصل کیا
بنسلوچن ہر ملک میں ہندی توتیا کے نام سے بھیجا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ہندی توتیا
نہیں ہے، ہندی توتیا تو رانگ کا دھواں ہوتا ہے جو ہر سال تین چار پونڈ (من) اور
پانچ پونڈ (من) سے زیادہ حاصل نہیں ہوتا اور اس کے ایک پونڈ (من) کی قیمت ڈھائی
روپے (پانچ ہزار درہم) سے پانچ ہزار روپے (ہزار دینار) تک اٹھتی ہے۔

---

[1] ہندوستان کے جنوبی سرے کی اہم بندرگاہ، رامیشورم کے قریب شمال میں۔

ادریسی[1] (بارہویں صدی کا ربع ثالث):

تھانہ (تانہ) کے پہاڑوں اور میدانوں میں بانس پیدا ہوتا ہے، بانس کی جڑوں سے بنسلوچن (طباشیر) نکالا جاتا ہے اور پورب پچھم کے سارے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے، نقلی بنسلوچن میں ہاتھی کی جلی ہوئی ہڈیاں ملا دی جاتی ہیں لیکن خالص بنسلوچن اس کانٹے دار ہندی بانس کی جڑوں ہی سے نکالا جاتا ہے۔

مسعودی[2] (دسویں صدی کا ربع ثانی):

پان

... پان ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے، وہ کھٹے (اُترج) کے چھوٹے پتہ سے ملتا جلتا ہے، گیلے چونے اور چھالیہ کے ساتھ چبایا جاتا ہے۔ اس وقت مکہ، حجاز اور یمن کے لوگ مصطلین کی جگہ اس پتہ کو چباتے ہیں، دوا فروشوں کی دکانوں پر ورم دور کرنے اور دیگر علاجوں کے لئے موجود رہتا ہے، اس کو چونے اور چھالیا کے ساتھ چبانے سے مسوڑھے اور دانت مضبوط ہوجاتے ہیں؛ سانس کی بو دور ہو جاتی ہے، منہ کی رطوبتوں کو دور کرتا ہے، بھوک کھل جاتی ہے اور صنفی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ دانت انار دانوں کی طرح لال ہو جاتے ہیں دل میں انبساط کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں، پان جسم کو بھی مضبوط کرتا ہے، منہ سے خوشبوئیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ ہندوستان کے بڑے چھوٹے سب لوگ سفید دانت ناپسند کرتے ہیں اور ایسے شخص سے الگ رہتے ہیں جو پان نہیں کھاتا۔

بزرگ بن شہریار[3] (دسویں صدی کا ربع ثالث):

---

[1] نزہتہ المشتاق قلمی ۱/۱۲۴ [2] مروج الذہب ۱/۱۰-۲۰۹

[3] عجائب الہند ص ۱۲۸-۹

کشمیر کا الماس

مجھ سے ایک شخص نے جو ہندوستان کا سفر کر چکا تھا بیان کیا: میں نے سنا ہے کہ اعلیٰ قسم کا نادر اور قیمتی الماس کشمیر کے نواح سے لایا جاتا ہے، وہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی ہے جس میں گرمی ہو یا جاڑا ہر موسم میں چوبیس گھنٹے آگ جلتی رہتی ہے اور اسی وادی میں الماس ہوتا ہے، ہندوستان کے نیچ ذات کے افراد کی ایک ٹولی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس وادی میں آتی ہے اور دبلی بکریاں ذبح کرکے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتی ہے اور منجنیق[1] میں رکھ کر ایک ایک ٹکڑا پھینکتی ہے، یہ لوگ خود آگ کے پاس نہیں جاسکتے، ایک تو اس وجہ سے کہ آگ کی لپٹ بہت تیز ہوتی ہے اور دوسرے لاتعداد سانپ اور اژدہے آگ کے آس پاس ہوتے ہیں اور ان میں بعض ایسے زہریلے کہ منٹوں میں آدمی کا خاتمہ کر دیتے ہیں جب یہ لوگ گوشت پھینکتے ہیں تو اس کو اٹھانے گدھ اترتے ہیں جو بکثرت وہاں پائے جاتے ہیں۔ اگر گوشت آگ سے دور گرتا ہے تو وہ اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ گدھ نے گوشت اٹھا لیا تو اس کا پیچھا کرتے ہیں، کبھی گوشت کے ٹکڑوں سے الماس کا کوئی دانہ چھڑ پڑتا ہے، کبھی گدھ کسی جگہ اتر کر گوشت کھاتا ہے تو اس جگہ ان کو گوشت سے چھڑا ہوا الماس مل جاتا ہے، کبھی گوشت کا ٹکڑا آگ میں گرتا ہے اور جل جاتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گدھ گوشت کے ٹکڑے پر اترتا ہے اور وہ ٹکڑا آگ کے قریب ہوتا ہے تو گوشت کے ساتھ وہ خود بھی جل جاتا ہے کبھی گدھ ٹکڑا زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کو اچک لیتا ہے، ان صورتوں میں سے جو صورت بھی پیش آجائے بہرحال الماس حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ الماس کی مہم پر جانے والے اکثر سانپوں، اژدہوں اور آگ کا لقمہ بن جاتے ہیں اور چونکہ الماس بڑا شاندار اور

---

[1] بھاری پتھر پھینکنے کی مشین لیکن یہاں ایک قسم کی غلیل مراد ہے۔

قیمتی پتھر ہے۔ اس علاقہ کے راجاؤں میں اس کی بڑی مانگ رہتی ہے، وہ الماس کی مہم پر نکلنے والوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور ان کا بڑا سخت جھاڑا لیتے ہیں۔

مقدسی (دسویں صدی کا ربع آخر)؛

برآمد

طوران[۵۲] سے:

(۱) مصری (فانیذ) جو ماشکان (مکران) کی مصری سے بہتر ہوتی ہے۔

سنجان[۵۳] (سندان) سے:

(۲) بڑی مقدار میں چاول (۳) مختلف قسم کا کپڑا

منصورہ سے:

(۴) کھمبے (گجرات) کے عمدہ جوتے۔

ساری مملکت سندھ سے:

(۵) قہستان (خراسان) کے طرز کے قالین، فرش اور دریاں وغیرہ، نیز اشیائے ذیل

(۶) بڑی مقدار میں ناریل (۷) عمدہ قسم کا کپڑا (۸) ہاتھی (۹) ہاتھی دانت

(۱۰) عمدہ قیمتی سامان (۱۱) مفید جڑی بوٹیاں۔

سندھ کی مخصوص اشیاء:

(۱۲) لیمو (لیموں) خوبانی سے ملتا جلتا ایک بے حد ترش پھل۔ (۱۳) آم (آنبج) آلوچہ

---

۵۱ احسن التقاسیم ص ۴۸۱ و ۴۸۵ ۵۲ سندھ کے شمال مغرب میں کوئٹہ اور قلات بوہ کا علاقہ، مقدسی نے اس کو سندھ کے حدود میں داخل کیا ہے۔

۵۳ راشٹرا کوٹا سلطنت کا ایک مشہور تجارتی بندرگاہ، بمبئی سے تقریباً نوے میل شمال میں۔

(خوخ) سے ملتا جلتا اور لذیذ۔

(۱۴) دوکوہان والا فالج نامی اونٹ جو خراساں اور فارس میں نظر آتا ہے، بخاتی تیز رفتار اونٹ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ فالج بخاتی سے زیادہ بڑا اور خوش نما ہوتا ہے اس کے دو کوہان ہوتے ہیں، (یہ اتنا مہنگا ہوتا ہے کہ) صرف بادشاہ ہی اسکو خریدنے اور استعمال کرنے پر قادر ہیں۔ (۱۵) کمباتی طرز کے (چمڑا تے) جوتے۔

باٹ

طُوران (طوارن) ملتان بلکہ سارے سندھ اور ہندوستان[۱] کا پونڈ (من) مکہ کے پونڈ (رطل) کے برابر ہوتا ہے (یعنی دوسو ساٹھ درہم یا تقریباً ساڑھے تیرہ چھٹانک کے بقدر)

پیمانے

طُوران (طوارن) میں گیہوں ناپنے کا پیمانہ کیجی کہلاتا ہے اور یہ چالیس (مکی) پونڈ[۲] (رطل) کے برابر ہوتا ہے۔ کیجی چار سے آٹھ کیجی تک گیہوں آٹھ آنے (ایک درہم) میں مل جاتا ہے۔ ملتان میں گیہوں ناپنے کے پیمانے کا نام مَطل ہے، اس کا وزن بارہ مکی پونڈ[۳] ہوتا ہے۔

سکے

سندھ کے دراہم قاہریات کہلاتے ہیں، ہر قاہری درہم کی قیمت پانچ (معیاری)

۱ہندوستان کے بارے میں مقدسی کی یہ تصریح درست نہیں ---- کیونکہ اس نے یہاں کا دورہ نہیں کیا تھا ۲ تقریباً چونتیس سیر ۳ تقریباً سوا دو سیر

درہموں کے برابر ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ تاتاری[1] (طاطرا) درہم بھی رائج ہیں، ایک تاتاری درہم ۲ ۱/۲ (معیاری) درہم کے بقدر ہوتا ہے۔ ملتان کے درہم (مصر کے) فاطمی دراہم کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ یہاں غزنین کے درہم بھی چلتے ہیں جو مین کے قروض[2] سے مشابہ ہوتے ہیں۔

ٹیکس

طُوران (طواران) میں (ہندوستان و سندھ کے علاوہ ہر سمت سے) داخل یا خارج ہونے والے بوجھ (حمل[3]) پر تین روپئے (چھ درہم) ٹیکس لیا جاتا ہے اور صرف داخل ہونے والے غلام پر چھ روپئے (بارہ درہم) ہندوستان آنے والے ہر بوجھ پر ٹیکس کی شرح دس روپئے (بیس درہم) ہے۔ سندھ سے آنے والے سامان کی قیمت کا اندازہ لگا کر محصول لیا جاتا ہے۔ صاف کئے ہوئے چمڑے کی کھال پر آٹھ آنے (ایک درہم) تجارتی ٹیکس سے طوران کے خزانہ کو ہر سال پانچ لاکھ روپئے (دس لاکھ درہم) آمدنی ہوتی ہے۔ مقامی حاکم یہ ٹیکس بطور عُشور (تجارتی ٹیکس) وصول کرتا ہے۔

---

[1] راجگان قنوج راجپوتانہ سے نکالی ہوئی چاندی سے یہ سکے بناتے تھے، سب سے پہلے کابل کے تاتاری SCYTHIAN سلاطین نے جن کا تسلط شمالی مغربی ہندوستان پر بھی تھا یہ سکہ ایجاد کیا تھا، کابل کے علاوہ سندھ، راجپوتانہ اور گجرات میں بھی تاتاری درہم چلتے تھے، ان کا وزن پچاس سے اڑسٹھ گرام تک تھا، محمود غزنوی کے عہد تک یہ سکے چلتے رہے۔ کننگھم ص ۵۹

[2] جمع قرض، یمن کا ایک سکہ جو چوتھائی یا تہائی دانق یعنی ڈیڑھ دو پیسے کے بقدر تھا۔ منتہی ص ۹۹

[3] اتنا بوجھ جو ایک شخص اپنی پیٹھ یا سر پر اٹھا کر چل سکے۔

اصطخری[1] (دسویں صدی کا ربع ثالث):

فالج اونٹ

بدھ قوم کی بستیاں دریائے سندھ (مہران) کے پچھم میں واقع ہیں، یہ لوگ اونٹ پالتے ہیں، فالج نامی اعلیٰ تیز رفتار اونٹ جو خراساں، فارس اور دوسرے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے اسی قوم کے علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔

ادریسی[2] (بارہویں صدی کا ربع ثالث):

بدھ قوم (شمالی افریقہ) کے بربر خانہ بدوشوں سے ملتی جلتی ہیں، یہ لوگ جھونپڑیوں، جھاڑیوں، اور زیر آب نشیبی علاقوں میں رہتے ہیں، یہ علاقے دریائے سندھ کے مغرب میں واقع ہیں۔ بدھ لوگ خوش پیکر، تیز رفتار اونٹ پالتے ہیں جن کی نسل سے فالج (عارج) نامی اونٹ پیدا ہوتا ہے۔ خراساں و فارس وغیرہ کے لوگ اس اونٹ سے بلخی اور سمرقندی اونٹ کی نسل لینے کی خاطر اس کے طلب گار رہتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ فالج اونٹ کی شکل اچھی ہوتی ہے اور ہمارے ملکوں کے اونٹوں کے برخلاف اس کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

ہندی اسٹیل

سرزمین سُفالہ[3] میں گاؤں جیسے دو شہر ہیں اور ان سے متصل چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں جہاں عربوں کی طرح خانہ بدوش لوگ رہتے ہیں، ان شہروں کے نام ہیں جنطم اور دندمہ اور یہ دونوں ساحل پر واقع ہیں، ان کی حیثیت قصبوں کی سی ہے جن کے تابع بہت سے

---

[1] المسالک والممالک ص۱۷۶ [2] نزہتہ المشتاق قلمی ۱/۱۱۶ [3] مشرقی افریقہ کی ریاست موزنبیق (MOZANBIQ) کا ساحلی شہر، آج نا وا سُفالہ کے نام سے موجود ہے

گاؤں ہوتے ہیں۔ باشندے غریب اور بدحال ہیں، لوہے کے علاوہ ان کے پاس تجارت یا کسب معاش کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، سُفالہ کے پہاڑوں میں سونے کی بہت سی کانیں ہیں سلطنت سری وجایا (SRIVIJAYA) (زابج[1]) اور اس کے آس پاس کے جزیروں کے باشندے یہاں آتے ہیں اور لوہا خرید کر ہندوستان کی تمام ریاستوں اور جزیروں کو برآمد کرکے اچھی قیمت وصول کرتے ہیں۔ ہندوستان کا بیشتر کاروبار لوہے سے ہوتا ہے۔ ہندوستان اور اس کے جزیروں میں اگرچہ لوہا پایا جاتا ہے لیکن سُفالہ میں یہ زیادہ مقدار میں نکالا جاتا ہے اور وہ (ہندوستانی لوہے سے) زیادہ اچھا اور لوچدار ہوتا ہے۔ ہندوستانی ایسے نسخوں اور ان کی ترکیب استعمال سے اچھی طرح واقف ہیں جن سے نرم لوہا پگھلا کر ہندی اسٹیل میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ ہندوستان میں تلوار ڈھالنے کے کارخانے موجود ہیں اور ہندوستانی کاریگر دوسری قوموں سے بہتر تلواریں بنا لیتے ہیں۔ سنوھی، سرندیپ اور سُماتری (بنیانی) لوہا.... بلحاظ مقامی آب وہوا، کاریگری، پگھلانے اور ڈھالنے کے کمالات اور باعتبار صیقل وجلا ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے لیکن دھار کی تیزی اور استواری میں کوئی لوہا ہندوستانی اسٹیل کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس حقیقت سے باخبر لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔

غرناطی[2] (بارہویں صدی کا ربع ثالث):

.... ہندوستان کے پہاڑوں اور جزیروں میں صندل و کافور پیدا ہوتا ہے۔ نیز ہر قسم کے خوشبودار پودے جیسے لونگ، جائفل، بالچھڑ، دارچینی، تج، ہلیلہ[3] الائچی، کبابہ،

---

[1] زابج جاوکا (JAVAKA) کی تعریب ہے اور اس سے سری وجایا (SRIVIJAYA) نامی بدھ سلطنت مراد ہے جس نے کئی سو برس تک سماترا، جاوا، ملایا اور ملحقہ جزیروں پر حکومت کی تھی MALAYA AND ITS HISTORY-WINSTEDT [2] مسالک الابصار (ابن فضل اللہ عمری) قلمی بحوالہ تحفۃ الالباب محمد بن عبدالرحیم غرناطی [3] ایک درخت کی چھال جو بطور دوا استعمال کی جاتی تھی۔ برہان قاطع ۲/۲۴

جادتری اور مختلف قسم کی طبی جڑی بوٹیاں، مشکی ہرن اور (نرم وگرم پوستین والی) زبادبلی بھی پائی جاتی ہے یہاں لیکن زیادہ تر لنکا میں مختلف قسم کے یاقوت کی کانیں ہیں۔

یاقوت[1] (تیرہویں صدی کا ربع اول):

بھڑوچ (بروص) سے نیل اور لاک برآمد کی جاتی ہے۔

ابن فضل اللہ عمری[2] (چودہویں صدی کا ربع ثالث):

میں نے شیخ مبارک سے اندرون ہند کے حالات پوچھے تو انھوں نے کہا: ہندوستان میں قریب دو ہزار چھوٹے بڑے دریا ہیں، ان میں سے کچھ نیل کے برابر ہیں، دریاؤں کے کنارے گاؤں اور شہر آباد ہیں۔۔۔ یہاں مختلف قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں جیسے گیہوں، چاول، جو، چنا، مسور، ارد، لوبیا اور تل، فول مٹر تقریباً نہیں ہوتا۔ (مصنف کتاب) میرا خیال ہے کہ فول نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہندوستان فلسفیوں اور مفکروں کا ملک ہے اور ان کی رائے میں فول جوہر عقل کے لئے مضر ہے۔

شیخ مبارک: پھلوں میں انجیر اور انگور کم ہوتا ہے، انار کھٹا، میٹھا اور کرڑوا ہر قسم کا، کیلا، خوبانی، کھٹا، لیمو، نارنگی، املی، گولر، کالا شہتوت، خربوزہ، تربوز، ککڑی کھیرا اور پیٹھا۔ انجیر اور انگور مذکورہ پھلوں کی نسبت کم ہے، امرود ہوتا ہے اور باہر سے بھی منگایا جاتا ہے۔ (ناشپاتی (کمثری) اور سیب امرود سے کم پایا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں ایسے پھل بھی ہوتے ہیں جو مصر، شام اور عراق میں نہیں ہوتے جیسے آم، مہوا؟ کچ؟ انجلی؟ بکی؟ نغزک نامی عمدہ آم یا کچھ اور بھی عمدہ اور اعلیٰ پھل پائے جاتے ہیں۔۔۔ دہلی میں کیلا آس پاس کے علاقوں کی نسبت کم ہوتا ہے لیکن برآمد کیا ہوا کیلا وہاں خوب ہوتا ہے، گنے کی ہندوستان میں ہر جگہ افراط اور بے قدری ہے۔ اسکی ایک

---

[1] معجم البلدان (لائڈن) ۱/۵۹۵ [2] مسالک الابصار قلمی ۵/۱۰۔

قسم سیاہ اور سخت چھلکے والی جو سینے کے لئے بہترین ہوتی ہے، یہ گنا کسی دوسرے ملک میں نہیں پایا جاتا۔ گنے کی باقی قسموں سے بڑے پیمانہ پر کھانڈ بنائی جاتی ہے جو مصری سے سستی ہوتی ہے، یہ ڈلی جیسی نہیں ہوتی بلکہ سفید میدہ کی طرح باریک ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اکیس قسم کا چاول ہوتا ہے، شلجم، گاجر، کدو، بینگن، بارچوبہ (ہلیون) اور ادرک بھی ہوتی ہے، ہری ادرک گاجر کی طرح پکائی جاتی ہے، اس کی ہانڈی اتنی لذیذ ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا سالن اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چقندر، لہسن، پیاز، صعتر، پودینہ اور سولف بھی پائی جاتی ہے گوناگوں اقسام کے پھول ہوتے ہیں جیسے گلاب، کنول، مشک بید، نرگس، چنبیلی، گل مہدی، تل کا تیل ہوتا ہے اور جلانے کے کام آتا ہے لیکن روغن زیتون نہیں ہوتا اور باہر سے منگایا جاتا ہے، شہد کی فراوانی ہے۔

بزرگ بن شہریار[1] (دسویں صدی کا ربع ثالث):

قُسط[2]

مجھ سے حسن بن عمرو نے بیان کیا کہ اس نے منصورہ (پایۂ تخت سندھ) میں کشمیر زیرین[3]

---

[1] عجائب الہند ص۱۰۲-۱۰۳ [2] سیاہ رنگ کڑوی لکڑی، مرہموں میں ڈالی جاتی تھی اور مختلف امراض میں بطور دوا استعمال کیجاتی تھی۔ لسان العرب میں ہے: قسط لکڑی ہندوستان سے لائی جاتی ہے اور سلگانے اور دواؤں کے کام آتی ہے [3] بعض عرب تحریروں میں قشمیر الاسفل کی جگہ قشمیر الخارجہ (بیرونی کشمیر) پایا جاتا ہے، غالباً ان دونوں سے شہر راجا وری مراد ہے جو لاہور کے مغرب میں ایک بڑا تجارتی مرکز تھا، بیرونی نے لکھا ہے کہ یہ شہر مسلمان تاجروں کی آخری حد تھا اس سے آگے کشمیر کی طرف انکی رسائی نہیں ہوتی تھی کتاب الہند ص۱۰۲۔ یہاں کشمیر اور قُسط کے سیاق وسباق میں کشمیر زیریں کا ذکر بے محل معلوم ہوتا ہے۔

کے باشندے دیکھے۔ کشمیر زیرین اور منصورہ کے درمیان براہ خشکی ستر دن کی مسافت ہے کشمیر سے لوگ قسط کے بنڈل دریائے سندھ میں ڈالدیتے ہیں اور ان پر بیٹھ کر دریا میں رواں ہوجاتے ہیں۔ دریائے سندھ (مہران) طغیانی کے ایام میں دجلہ اور فرات (عراق) کی طرح (پانی سے بھرپور) بہتا ہے۔ وہ قسط کے بنڈل بناتے ہیں، ہر بنڈل کا وزن سات سو سے آٹھ سو پونڈ (من) ہوتا ہے، ہر بنڈل پر کھال چڑھا دیتے ہیں اور کھال پر کولتار کا پینٹ کر دیتے ہیں جس سے پانی (یا نمی) وغیرہ کا قسط تک اثر نہیں پہنچتا، وہ سارے بنڈلوں کو مضبوطی سے باہم گر باندھ دیتے ہیں اور بنڈلوں کی سطح ہموار کر کے ان پر بیٹھ جاتے ہیں اور سندھ کے پانی میں رواں ہوجاتے ہیں۔ چالیس دن کا دریائی سفر کر کے وہ منصورہ کی بندرگاہ (دیبل) پہنچ جاتے ہیں، اس دوران میں قسط کی لکڑی محفوظ رہتی ہے اور اس پر نمی کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔

قلقشندی[۱] (چودھویں صدی کا ربع آخر):

مُشک

(۱) مشک ہندی۔ یہ تبت سے ہندوستان اور وہاں سے دیبل (بندرگاہ سندھ) اور پھر براہ سمندر سیراف، عُمان اور (جنوب میں) عدن اور دوسرے ملکوں کو لایا جاتا ہے۔ مشک ہندی اگرچہ تبتی مشک ہی ہوتا ہے اور (بلاد اسلامیہ پہنچنے تک) اگرچہ اس کو چینی مشک کی نسبت کم مسافت[۲] طے کرنا ہوتی ہے، اس کے باوجود ہندی مشک کا رتبہ چینی مشک سے کم ہے اور اس کا سبب یہ ہے جیسا کہ مسعودی نے تصریح کی ہے کہ تبتی مشک جب ہندوستان میں آتا ہے تو ہندو اس کو سال بھر تک (اپنی مورتیوں پر ملتے ہیں پھر اُن کے پروہت اس مشک کو بیچ ڈالتے ہیں اور

---

[۱] صبح الاعشیٰ ۲/۳۰۳-۱۱۵ [۲] مشک کو سمندر کی مرطوب ہوا میں زیادہ عرصہ رکھنے سے اسکی خوشبو اور خواص پر برا اثر پڑتا تھا۔

نیامشک مورتیوں پر ملنے لگتے ہیں، عرصہ تک مورتیوں پر ملنے سے مشک کی خوشبو کم ہوجاتی ہے لیکن محمد بن عباس (خشکی) ہندی مشک کو چینی مشک پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندی مشک کو بلاد اسلامیہ پہنچنے تک (چینی مشک کی نسبت کم فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔

(۲) مشک جبلی۔ یہ سندھ کے علاقہ ملتان سے لایا جاتا ہے، اس کے نافے بڑے اور خوش رنگ ہوتے ہیں لیکن اس میں خوشبو کم ہوتی ہے۔

(۳) مشک داری۔ منسوب بہ دارین جو بحر فارس کا ایک جزیرہ اور اس کا شمار سرزمین بحرین میں ہوتا ہے۔ اس جزیرہ پر ہندوستان کے تجارتی جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ دارین سے یہ مشک مختلف نواح کو بھیجا جاتا ہے، خود دارین میں مشکی ہرن نہیں ہوتا۔

عنبر

یہ ہندوستان کے ساحلی شہروں سے جمع کیا جاتا ہے اور بصرہ نیز دوسرے (اسلامی) بندرگاہوں کو بھیجا جاتا ہے، ایک قسم کے ہندی عنبر کا نام کرک[۱] بالوس ہے۔ لوگ اس کو ساحل کے قریب لاتے ہیں اور وہاں کے سمندر میں عنبر کے گاہک کشتیوں میں بیٹھ کر آتے ہیں اور اسے خرید لے جاتے ہیں[۲]۔

۱؎ نویری نے تصریح کی ہے کہ کرک بالوس نامی عنبر ایک ہندوستانی قوم کی طرف منسوب ہے جو کرک بالوس کے نام سے موسوم تھی اور جو اسے برآمد بھی کرتی تھی نہایۃ الارب ۲۰/۱۲۔ ممکن ہے کرک بالوس لنجا لوس کی تصحیف ہو جس کا اطلاق عرب جزائر نکوبار پر کرتے تھے اور ان جزیروں کا شمار ہندوستان کے حدود میں کیا جاتا تھا۔

۲؎ صبح الاعشیٰ ۲/۱۱۸

صندل

یہ ایک درخت کی لکڑی ہے جو جزیرۃ الہند (سفانۃ الہند) سے برآمد کی جاتی ہے صندل کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) مقاصیری۔ یہ زرد رنگ کا ٹھوس اور روغنی صندل ہوتا ہے گویا اس پر خوب خوشبودار زعفران مل دیا گیا ہو۔ اس کا نام مقاصیری پڑنے کی توجیہہ دو طرح کی گئی ہے: ایک یہ کہ مقاصیر ایک علاقہ ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے، دوسرے یہ کہ ایک عباسی خلیفہ نے اپنی کسی ام ولد یا چہیتی لونڈی کے لئے اس صندل کے حجرے (مقاصیر) بنوائے تھے، مقاصیری صندل کے بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں جن کو گیلا کاٹ لیا جاتا ہے۔ سب سے عمدہ مقاصیری صندل پیلے رنگ کا ہوتا ہے، اس میں بڑی مہک ہوتی ہے لیکن مہک میں تیزی یا تیکھا پن (رغاۃ) نہیں ہوتا، تمیمی[۱] کی رائے ہے کہ یہ صندل عورتوں کے خشک اور تر ابٹن میں ڈالا جاتا ہے، ابٹن کے علاوہ مرکبات، مثلثات ذرائر (نامی مرکبات) میں بھی استعمال ہوتا ہے، صندل لکڑی کے ہار بنائے جاتے ہیں اور دواؤں میں بھی جاتا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ یمن کے موجودہ سلطان کیلئے صندل کے پلنگ بنائے جاتے ہیں، جب لکڑی اسکی قلمرو سے باہر پہنچ جاتی ہے تو وہ اسکے ٹکڑے کرا دیتا ہے تاکہ کسی دوسرے بادشاہ کیلئے اس کی طرح صندل کے پلنگ نہ بنائے جاسکیں۔

طیب الریح۔ یہ صندل مذکورہ بالا مقاصیری کی ایک قسم ہے، سفید رنگ کے علاوہ اور کسی لحاظ سے مقاصیری سے مختلف نہیں ہوتا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقاصیری صندل

---

[۱] محمد بن احمد تمیمی مراد ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں خوشبودار اشیا مثلاً مشک، عنبر، صندل اور عود پر ایک تحقیقی کتاب حبیب العروس و ریحان النفوس کے نام سے لکھی تھی۔ اخبار الحکماء ابن ابی اصیبعہ ۲/۸۷۔

لکڑی کا داخلی حصہ ہوتا ہے اور طیب الریح بیرونی ۔

(۳) جوزی[۱] ۔ اسکی لکڑی سخت اور سفید ہوتی ہے اور سفیدی میں گندمی رنگ کی آمیزش پائی جاتی ہے ۔ اس کا درخت جوز نامی علاقہ میں اگتا ہے ، اس کی خوشبو عمدہ لیکن طیب الریح سے ہلکی ہوتی ہے :

(۴) ساوس جس کا دوسرا نام کاوس بھی ہے اسکا رنگ زرد اور خوشبو عمدہ ہوتی ہے لیکن اس میں حدت (زعارۃ) پائی جاتی ہے ۔ ذرائر ، مثلثات اور خوشبودار اشیا میں ڈالا جاتا ہے، سلگانے کے کام بھی آتا ہے ۔

(۵) اسکا[۲] رنگ سرخی مائل ہوتا ہے اور یہ ساوس سے ملتا جلتا ہے ۔

(۶) جعد الشعر ۔ اس کی لکڑی جب کاٹی جاتی ہے تو سپاٹ اور یکساں نہیں ہوتی بلکہ ابھری ہوئی ہوتی ہے زیتون کی لکڑی کی طرح ، اس میں ہر قسم کے صندل سے زیادہ تیز خوشبو ہوتی ہے لیکن یہ صرف سلگانے اور مثلثات بنانے کے کام آتا ہے ۔

(۷) احمر اللون ۔ اس کی لکڑی خوش رنگ اور بھاری ہوتی ہے لیکن خوشبو سے معری ہے، اس سے صرف چرخیاں اور خراطا ہوا سامان جیسے دواتین (عطر دان[۳]) اور شطرنج (و چوسر[۴]) کے مہرے بنائے جاتے ہیں، طبی کاموں میں بھی کام آتا ہے ۔

ادریسی[۵] (بارھویں صدی کا ربع ثالث) :

---

[۱] نویری (نہایۃ الارب ۱۲/۳۹) نے جوربالرا لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ اطراف ... کا علاقہ ہے ، ہمارے مراجع میں نہ جوزبالرا کا سراغ ملا نہ جوربالرا کا ۔

[۲] متن میں اس کا کوئی نام نہیں دیا گیا [۳] اضافہ از نہایۃ الارب نویری ۱۲/۴۰

[۴] اضافہ از نہایۃ الارب ۱۲/۴۱

[۵] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۱۳۴، ۵۶ و ۵۵ ۔

الائچی

فندرینہ[1] کے شمال میں ایک بڑا اور اونچا پہاڑ ہے جہاں بہت سے درخت ہیں اور جس کا دامن میں مویشیوں سے بھرپور آباد بستیاں پائی جاتی ہیں، اس پہاڑ کے چاروں طرف الائچی پیدا ہوتی ہے اور تمام دنیا کے ملکوں کو برآمد کیجاتی ہے۔ الائچی کا پودا بھنگ کے پودے سے بہت مشابہ ہوتا ہے، الائچی کی بونڈیاں ہوتی ہیں جن میں دانے ہوتے ہیں۔

لونگ

لونگ کا پودا شاخوں کی نزاکت اور سرخی میں مہدی کے پودے سے ملتا جلتا ہے، اس کا پھول بونڈی میں ہوتا ہے، گل نارنگی کے ہم شکل۔ جب پھول گرجاتے ہیں تو بونڈیاں جمع کرلی جاتی ہیں اور ان کو پانی میں ڈال دیا جاتا ہے، ایک مناسب وقت تک پانی میں رکھنے کے بعد (لونگ کے مالک) بونڈیاں پانی سے نکال کر سکھا لیتے ہیں اور باہر سے آئے ہوئے تاجروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں، یہ تاجر جہازوں میں بھر کر ساری دنیا میں لونگ سپلائی کرتے ہیں۔

(باقی)

---

[1] پتلاینی (PATATAYINI) کی تعریب، کیرالا میں ساحل مالابار کا مشہور تجارتی شہر۔